جناب پروفیسر محمد افضل رضا صاحب
اکوڑہ خٹک

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب

مختصر حالاتِ زندگی

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے خاندان کے افراد بالخصوص آپ کے چچا عبدالرحمٰن مرحوم ان کے فرزند اکبر خلیل الرحمٰن صاحب عرف ملا کی زبانی جو آپ کے دادا میر آفتاب سے منقول روایت ہے آپ کے خاندان کے بارے میں دورانِ تحقیق راقم الحروف کو معلوم ہو سکی ہے وہ یوں ہے کہ انیسویں صدی کی ابتدا میں آپ کا خاندان بنوں سے ہجرت کر کے اکوڑہ خٹک میں آباد ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث رح کے پردادا جناب عبدالحمید اپنے تین بھائیوں سمیت سکھوں کے دورِ حکومت میں علاقہ خٹک پہنچا۔ جناب عبدالحمید کے تین بھائیوں میں سے ایک آدم زئی، دوسرا شیدو، تیسرا مانو (صوابی) اور خود جناب عبدالحمید نے اکوڑہ خٹک میں سکونت اختیار کی۔ حقائق السنن میں ص۲ پر حضرت شیخ الحدیث کی مختصر سوانح میں فاضل مرتب مولانا عبدالقیوم حقانی نے اس خیالِ غالب کا اظہار کیا ہے "کہ ان کے آباؤ اجداد سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان پر جہاد کی غرض سے حملہ آور ہونے ان مجاہد افواج میں شامل تھے جو بعد میں یہیں مقیم ہو گئے"۔

لیکن اس غالب خیال کے مقابلے میں مذکورہ بالا روایت زیادہ قابلِ یقین ہے۔ البتہ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ جس وقت آپ کا خاندان علاقہ خٹک کی جانب ہجرت کر رہا تھا۔ اکوڑہ خٹک میں سکھوں اور مجاہدین اسلام کا معرکۂ حق و باطل گرم تھا۔ اس ضمن میں پشتون کرن کے مولف پروفیسر پریشان خٹک کا یہ بیان زیادہ قابلِ توجہ ہے کہ

"عام خیال اور ناموں کی مشابہت کی بنا پر اکثر مؤرخین کا خیال ہے کہ خٹک ابتدا میں غزنی کے قریب لوگر کی زرخیز وادی میں آباد تھے۔ آج ضلع کرک، جو شوال سے کوچ کے بعد خٹک قبیلے کا مرکزی علاقہ رہا ہے لوگر کے تتبع میں ہے۔۔۔۔۔۔ آثار و قرآن سے ثابت ہے کہ شوال سے ہجرت کر کے خٹک بنوں میں تھوڑے عرصے کے لیے نہر "بھدراوزئی" اور اس کے قرب و جوار کے علاقے میں آباد رہے"[1] بہت ممکن ہے کہ غزنی سے بنوں منتقل شدہ یہ خاندان خٹک ہو۔ جس کے حضرت عبدالحمید نے اپنے بھائیوں سمیت سکھوں کے خلاف جہاد میں شرکت کی غرض سے اپنے قبیلہ خٹک کی مدد کے لیے اکوڑہ خٹک ہجرت کی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جب مرہٹوں نے پنجاب پر حملہ کیا اور احمد شاہ ابدالی حملے کی غرض سے کابل سے روانہ ہوئے اور پشاور پہنچے تو مرہٹوں کے مقابلے کے لیے حاکم ٹیری خوشحال خان خٹک ولد سعد اللہ خان خٹک کو بھی اپنی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اس موقع پر بنوں اور کرک میں مقیم بعض خٹک خاندان آپ کے لشکر میں شامل تھے۔ ممکن ہے کہ ۱۷۴۸ء کے اس جہاد میں شرکت کیلئے حضرت شیخ الحدیث کا خاندان حسن ابدال میں مرہٹوں کو شکست دینے کے بعد واپسی پر اکوڑہ خٹک کے علاقے میں اپنے خٹک بھائیوں میں سکونت پذیر ہوا ہو۔

جناب عبدالحمید جہاں اکوڑہ خٹک میں اپنے خٹک بھائیوں کے پاس رہائش پذیر ہوتے وہاں آپ کے دو بھائیوں میں سے ایک نے آدم زئی میں اور دوسرے نے شیدو میں اپنے خٹک بھائیوں کے پاس رہائش اختیار کی۔

بالعموم حضرت شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمۃ اپنی تقاریر میں "موږ خټک (ہم خٹک)" "موږ غریبه خټکنامه" (ہمارا غریب خٹک نامہ) کے الفاظ بھی استعمال فرماتے۔ راقم الحروف نے عیدگاہ میں عیدین کے موقعوں پر حضرت شیخ رح کی تقاریر میں کئی بار یہ الفاظ بذاتِ خود سنے۔ بالخصوص ان جملوں میں جن میں وہ اسی علاقے میں دارالعلوم کے قیام کے سلسلے میں فضل و احسان خداوندی کا ذکر کرتے کہ کہاں ہم اور کہاں اتنا بڑا کرمِ الٰہی! ـــــ تاہم اس قیاسی تحقیق کے بعد بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے افغان قبیلے کی ذیلی شاخ تحقیق طلب ہے۔

سنِ ولادت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ولادت

---

[1] پشتون کرن۔ پروفیسر پریشان خٹک ص۳۰۶ اور ص۳۰۹

کے سن کے بارے میں حقائق السنن کے صفحہ ۲ پر ابتدائی سطر میں یہ الفاظ درج ہیں۔ " حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۴ء میں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے "۔ راقم الحروف نے حضرت شیخ ؒ کے سن ولادت کے بارے میں تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپ ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت شیخ ؒ کے چھوٹے بھائی نورالحق صاحب سے بات ہوئی تو فرمایا۔

ا ۔ " جب ہجرت کی تحریک چلی اور مسلمانان ہند افغانستان ہجرت کرنے لگے تو اس وقت میری عمر ۱۱، ۱۲ سال تھی اور میں ریل گاڑی میں سفر کرنے والے مہاجرین کو سٹیشن پر پانی پلایا کرتا تھا۔" اس بیان کی روشنی میں اگر جائزہ لیں تو ۱۹۲۰ء میں ہوتی۔ اگر نورالحق صاحب کی عمر ۱۱ سال بھی فرض کرلیں تو گویا وہ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے تھے چونکہ آپ حضرت شیخ ؒ سے تین سال چھوٹے تھے۔ اس لیے حضرت شیخ کا سن ولادت ۱۹۰۶ ہے۔

ب ۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب ؒ نے، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب ؒ کے سانحۂ ارتحال کے موقع پر ۹ جنوری ۱۹۸۲ء کو دارالحدیث میں تعزیتی اجتماع سے جو خطاب فرمایا تھا اس میں آپ نے فرمایا۔

" جب ہم جلالیہ (علاقہ چھچھ) میں غالباً شرح جامی پڑھتے تھے اس وقت مولانا مرحوم بھی وہاں تھے ان کی عمر میرے برابر تھی سال آدھ تقدیم تاخیر شاید ہو "[1]

اپنے والد کے سوانحی خاکے میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب ؒ کے فرزند ارجمند حافظ محمد ابراہیم فانی لکھتے ہیں۔ آپ ۱۹۰۸ء کو مولانا خلیل الرحمن کے ہاں پیدا ہوئے "[2]

ان سطور کی روشنی میں حضرت شیخ الحدیث ؒ کا سن ولادت تقریباً ۱۹۰۶ء معلوم ہوتا ہے۔ اکوڑہ خٹک کے معمر ترین افراد باچاگل (عمر ۹۰ سال۔ محلہ حاجی رحمان الدین) وسیم گل (عمر ۹۰ سال محلہ فرید خان) نے بھی اس سن ولادت کی تصدیق کرتے ہوئے راقم الحروف کو بتایا کہ جب حضرت مولانا عبدالحق ؒ صاحب دارالعلوم دیوبند ۱۹۲۸ء میں جارہے تھے تو وہ دراز ریش نوجوان تھے۔ ان کی عمر ۲۰ سال سے کچھ زائد تھی۔

خاندانی حالات

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب ؒ کے جد امجد عبدالحمید نے اکوڑہ میں زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ کا ایک ہی فرزند جناب میر آفتاب تھا۔ جناب میر آفتاب صاحب ؒ مسجد گگے زئی میں امام تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ زراعت بھی کیا کرتے تھے۔ آپ نے بڑھاپے میں دو مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ الحاج میر آفتاب صاحب ؒ نے تانوڈھیری کے اپنے رشتہ داروں میں شادی کی تھی، آپ کو خداوند تعالیٰ نے چار فرزند عطا کئے۔

جناب آفتاب گل صاحب ؒ، جناب عارف گل صاحب ؒ، جناب معروف گل صاحب ؒ، جناب عبدالرحمن صاحب ؒ، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زراعت آپ کے خاندان میں اب تک چلا آرہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث ؒ کے والد محترم الحاج معروف گل صاحب ؒ مسجد گگے زئی میں امام تھے آپ نے بھی دو بار حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ اپنے محلے کے عثمان الدین صاحب کے ساتھ عمارتی چوب کا کاروبار بھی کیا کرتے تھے۔ کئی غیر شرعی امور اور بدعات کے خلاف علامہ عبدالنور سحروی ؒ اور حاجی صاحب ترنگزئی ؒ کی معیت میں آواز اٹھائی۔ آپ نے عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی کی تحریک جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ حاجی صاحب مرحوم یا ان کی جماعت کے افراد اکوڑہ خٹک آتے تو ان کے ہاں ٹھہرتے[3] ۱۹۳۸ء میں اکوڑہ میں معرکۂ اعظم گڑھ میں خاکسار تحریک کے بانی اور تحریک کے خلاف الحاج معروف گل صاحب ؒ نے روایتی جوش و جذبے کا اظہار کیا تھا۔ آپ نے پہلی شادی تانوڈھیری میں آباد اپنے رشتہ داروں میں کی۔ ایک بیٹی کی پیدائش کے بعد آپ کی بیوی وفات پاگئی، دوسری شادی شہزادہ کلی ضلع مردان کے محمد شریف اللہ کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ دوسری بیوی سے آپ کے پانچ بچے ہوئے، دو فرزند اور تین بیٹیاں نومبر ۱۹۴۸ء میں حضرت معروف گل صاحب انتقال کر گئے[4]

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب ؒ آپ کے بڑے فرزند تھے دوسرے فرزند نورالحق صاحب الحمدللہ ابھی بقید حیات ہیں۔ حضرت شیخ ؒ کی والدہ ماجدہ بھی زہد و تقویٰ، اخلاق اور ایثار کا پیکر تھیں۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ / ۱۰ دسمبر ۱۹۷۶ء کو روز جمعہ آپ نے وفات پائی۔ حضرت شیخ ؒ نے ایک اجتماع میں بر سبیل تذکرہ فرمایا۔ " مجھے یقین کامل ہے کہ اس پسماندہ و بے آب و گیاہ سرزمین وادئ غیر ذی زرع میں دارالعلوم کا قیام اور دین کی اشاعت میری اس ضعیف والدہ ماجدہ کی سوز و تڑپ، تعلق مع اللہ اور ہر لمحہ دعاؤں کا نتیجہ ہے "[5]

---

[1] حیات صدر المدرسین۔ مرتبہ مولانا محمد ابراہیم فانی ص۳۵ مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک۔ [2] حیات صدر المدرسین۔ مرتبہ مولانا محمد ابراہیم فانی ص۱۲ مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک
[3] حقائق السنن ص۱۔ حاجی معروف گل صاحب کے ہاں قیام کے علاوہ حاجی صاحب علامہ سحروی ؒ کے ہاں بھی قیام فرماتے۔ [4] حاجی صاحب مرحوم اکوڑہ خٹک میں اپنی زراعتی زمین میں جو قبرستان سے متصل تھی ایک خطہ الگ کرکے دفن ہیں ان کے ساتھ ہی شیخ الحدیث کی والدہ، ہمشیرہ اور بڑی صاحبزادی زینب دفن ہیں حاجی صاحب مرحوم کے مشرق میں ایک چھوٹی سی پگڈنڈی اور راستہ ہے جس کے متصل دادا پردادا حاجی میر آفتاب جناب عبدالحمید اور دیگر بزرگوں کی قبریں ہیں۔
[5] حقائق السنن۔ ماخوذ از تعزیتی اداریہ الحق دسمبر ۷۶ء

عہدِ طفولیت

حضرت شیخ رح بچپن ہی سے دین کی طرف مائل تھے۔ آپ تین سال کی عمر میں باتیں کیا کرتے۔ سوا چار سال کی عمر میں آپ عربی حروف تہجی سیکھنے لگے۔ اسی عمر میں آپ اذان کی نقل کرتے چھ سال کی عمر میں منبر پر چڑھتے۔ نحمدہٗ کا ورد کرتے اور ترجمہ کرتے۔ اسی کمسنی ہی میں آپ نے نماز پڑھنی شروع کی محلے کے بچوں کے ساتھ کبھی بھی کھیل کود میں حصہ نہیں لیا، کیونکہ آپ کے والد ماجد آپ کو وقت ضائع کرنے کا موقعہ نہ دیتے اور کڑی نگرانی فرماتے[1] خود حضرت شیخ نے فرمایا۔ "جب کبھی کھیل کود کا خیال آتا تو والد صاحب سخت برہم ہوتے"۔

آغاز تعلیم

آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے ہی علمی خاندان میں ہوا اپنے والدین سے ناظرہ پڑھنے کے بعد اپنے گھر کی پاکیزہ اور علمی فضا میں ابتدائی مکتبی تعلیم کی ابتدا کی۔ (۱۸۸۲ء تا ۱۹۲۴ء) اکوڑہ خٹک کے ممتاز عالم دین، دینی مدرسہ اعظمیہ کے بانی حضرت مولانا عبدالقادر شیخ صدیقی صاحب سے چند ابتدائی مذہبی کتب پڑھیں۔ بعد میں اکوڑہ خٹک ہی کے ایک عارف باللہ بزرگ سید عبدالرحیم صاحب (المعروف بہ قصابانو حاجی صاحب) ۱۸۴۸ء تا ۱۹۵۶ء سے گلستان، بوستان، پنج گنج وغیرہ مشہور ابتدائی کتب پڑھیں، دراصل آپ کے والد ماجد کی بھی شدید آرزو تھی کہ آپ مغربی علوم کے بجائے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کریں۔ کیونکہ آپ برطانوی استعمار کے خلاف تھے اور حاجی صاحب ترنگزئی رح کے ساتھ گہرا ربط و تعلق تھا۔ چاہتے تھے کہ آپ فرزند ارجمند عالم دین بن کر برطانوی سامراج کے خلاف آواز اٹھائیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ صرف ایک دن کے لیے سرکاری پرائمری سکول گیا۔ اس پر بھی والد صاحب سخت برہم ہوتے"[2] یہی وجہ تھی کہ ابتدا ہی سے حضرت شیخ رح نے نہایت جانکاہی، محنت اور خلوص کے ساتھ اپنی پوری توجہ دینی تعلیم کے حصول پر مرکوز کر دی۔ کیونکہ حسب منشائے والد ڈگری کی بجائے عربی تعلیم، اسلامی کردار اور اخلاق کے حصول کا بنیادی مقصد آپ کے پیش نظر تھا[3]

علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے آغازِ سفر

اس سلسلے میں راقم الحروف کو مختلف حوالوں سے جو کچھ معلوم ہو سکا۔ اس کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

ا۔ آپ نے ۸ سال کی عمر میں اکوڑہ سے اکھوڑی (ضلع کیمبل پور) باقاعدہ طور پر تعلیم کے لیے پہلا سفر اختیار کیا[4]

ب۔ پشاور کے قریب موضع ملوگی میں سید آکل شاہ کہستان باباجی رح کی صحبت میں کچھ عرصہ گزارا[5] اور ان سے استفادہ کیا۔ کہستان باباجی رح نے اکوڑہ خٹک کے مدرسہ اعظمیہ واقع سفید مسجد میں بھی کچھ عرصہ دینی کتب کی تدریس کی تھی۔ آپ کا مزار ناصر پور میں ہے۔

ج۔ حضرت شیخ رح نے کچھ عرصہ ایاز وگڑھی اور گوجر گڑھی (ضلع مردان) میں بھی گزارا اور وہاں کے جیّد علماء سے درس نظامی کی بعض ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ گوجر گڑھی میں آپ نے منطق کی بنیادی کتب حضرت مولانا چکیسری صاحب سے پڑھیں۔

د۔ آپ طالب علمی میں صوبہ سرحد کے مشہور علمی مرکز طورو (ضلع مردان) بھی پہنچے۔ اور وہاں مولانا عنایت اللہ صاحب اور مولانا عبدالجلیل صاحب سے بعض کتب پڑھیں[6]

ہ۔ حضرت شیخ رح نے کچھ عرصہ تحصیل صوابی کے مشہور علمی مرکز موضع شاہ منصور میں حضرت مولانا عبدالرزاق شاہ منصوری رح (المعروف بہ شاہ منصور لالہ رح ۱۳۱۲ھ تا ۱۳۹۷ھ) کی صحبت میں بھی گزارا[7] آپ نے اکوڑہ خٹک کے مدارس میں طویل عرصے تک اعلیٰ کتب کی تدریس کی۔ علوم ریاضی، منطق اور معانی، تفسیر میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

و۔ موضع جلالیہ، علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) میں جید علماء سے "کافیہ" اور "شرح جامی" اور دیگر کتابیں پڑھیں۔ حضرت شیخ رح نے فرمایا کہ اس دوران میرے والد ماجد مسافر کی شکل میں آکر معائنہ فرماتے، دیکھتے کہ میں تعلیم میں مصروف ہوں یا نہیں[9] سرحد اور پنجاب میں جیّد علماء کرام سے درس نظامی کی بعض کتابیں پڑھنے کے بعد علم کی تلاش میں آپ ہندوستان پہنچے۔

ز۔ کچھ عرصہ میرٹھ میں رہے وہاں بریلوی سکول کے ایک جیّد عالم کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے مگر استاد مکرم کلکتہ تشریف لے گئے تو۔

ح۔ آپ نے دہلی کا رُخ کیا۔ وہاں ایک پشتون عالم سے ریاضی کی تحصیل کی۔

ط۔ دہلی سے آپ گلوٹی پہنچے۔ موضع گلوٹی دہلی سے ۴۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے گلوٹی میں اپنے استاد محترم مولانا مشتاق حسن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت اور رفاقت سے فیض حاصل کرتے رہے جب حضرت مولانا مشتاق حسن صاحب کلکتہ روانہ ہوئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ چلے

۱ے ذاتی ڈائری۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ص۵۔ ۲،۳ے حضرت شیخ رح کا نشر شدہ ریڈیائی انٹرویو۔ ۱۹۸۲۔ بحوالہ حیات مستجاب کی کہانی ان کی اپنی زبانی۔ ۴،۵ے حقائق السنن ص۱۳ اور ۲ ۶ے حوالہ۔ اکابر علمائے دیوبند۔ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری۔

۸ے حوالہ۔ روزنامہ مشرق پشاور ۱۰ ستمبر ۱۹۹۱ء۔

۹ے حوالہ۔ ریڈیائی انٹرویو۔ حضرت شیخ رح کا۔ ۱۹۸۲ء۔

ی۔ کلکتہ میں مدرسہ عالیہ میں مولانا مشتاق حسن صاحب سے فنون کی تحصیل کی۔

ک۔ بعدازاں آپ امروہہ روانہ ہوئے۔ وہاں چھپر مدرسے میں داخلہ لیا۔ بقول حضرت شیخؒ وہاں صرف دو اساتذہ تھے، حضرت تاجک حافظ صاحب اور حضرت مولانا عبداللہ باجوڑی صاحب، آپ نے وہاں تین ماہ گذارے اور نورالانوار، میر زاہد رسالے پڑھے۔ تاجک صاحب سہارنپور چلے گئے تو آپ میرٹھ روانہ ہوئے۔

ل۔ "میرٹھ میں حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب سے بعض کتب پڑھیں"[۱]

میرٹھ، امروہہ، گلوٹی، کلکتہ وغیرہ میں جید علما سے مختلف علوم و فنون کی متوسط کتابیں پڑھنے کے بعد آپ ایشیا کی عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ جہاں بقول آپ کے "حضرت نانوتوی نے ۱۸۶۷ء ۵-۳۱ کو انار کے درخت تلے اس عظیم الشان یونیورسٹی کا آغاز کیا۔ اس وقت اس میں صرف ایک استاد تھا اور ایک ہی طالبعلم"۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلے کا مسئلہ

اولاً جب میں دارالعلوم دیوبند میں حاضر ہوا تو یہ وہ زمانہ تھا جب سواتی اور بنگال طلبا میں جھگڑا ہوا تھا۔ نائب مہتمم محمد احمد صاحب تھے۔ پٹھان طلبہ کے داخلے کے سلسلے میں قدرے سختی کی جا رہی تھی اور واقعتہً اس وقت ایسا کرنا بھی ضروری تھا۔

میرے لیے بھی داخلہ مشکل تھا تو میں اپنے استاد مولانا مشتاق حسن صاحب کے ہاں گلوٹی حاضر خدمت ہوا۔ وہ گلوٹی سے کلکتہ روانہ ہوتے تو میں نے بھی ان کی رفاقت میں خدمت کو سعادت سمجھا اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں رہ کر ان سے فنون کی تحصیل کی[۲]

اس کے بعد آپ دوبارہ دیوبند پہنچے اور بالآخر ۱۲ شوال ۱۳۴۶ھ کو آپ کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ مل گیا اور درس نظامی کے باقی ماندہ علوم فنون، منطق و فلسفہ، معانی، فقہ، حدیث، تفسیر اور علوم عصریہ کی تکمیل کی ۱۳۵۱ھ میں سندِ فراغت حاصل کی۔ یہاں جن مشائخ اور اکابر اساتذہ سے آپ نے استفادہ کیا۔ ان میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی سرفہرست ہیں اس کے علاوہ مولانا اعزاز علی دیوبندی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا رسول خان ہزاروی، مولانا اصغر حسین دیوبندی، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم سے آپ کو تلمذ کا شرف حاصل ہوا[۳] اکابر علمائے دیوبند کے مؤلف حافظ محمد اکبر شاہ نے ان حضرات کے علاوہ مولانا محمد نبی حسن صاحب اور مولانا سید انور شاہ صاحب کو بھی آپ کے اساتذہ کے تذکرے میں شامل کیا ہے[۴]

شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ سے آپ کی عقیدت

احادیث کی معتبر ترین کتب آپ نے بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ سے پڑھیں۔ آپ استاد مکرم کی شخصیت، کردار اور مثالی طرزِ تدریس سے بیحد متاثر تھے۔ فرماتے۔

"شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کی شان سب سے نرالی تھی علما بہت دیکھے، مدرسین کے درس میں شریک ہوتے۔ ہندوستان کی قیادت کرتے دیکھا مگر جو چیز اور امتیازی صفات شیخ مدنیؒ میں دیکھے وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہیں آتے، شیخ مدنیؒ کا تقویٰ، شجاعت، تواضع، انکساری اور کسر نفسی ان کے لیے طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ جب حضرت مدنیؒ کا نام سنا تھا اور دیکھا نہیں تھا تو نام کی شہرت سے ان کی شخصی عظمت کا ایک نقشہ ذہن میں بن چکا تھا۔ خیال تھا کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور امیرانہ رکھ رکھاؤ کے آدمی ہوں گے مگر جب ان کی مجلس دیکھی، ان کی معاشرت دیکھی تو انہیں کچھ اور پایا۔ ان کا علم بھی بے مثال تھا اور حلم بھی بے مثال۔

دوسری درسگاہوں میں منطق اور فلسفہ کی بڑی کتابیں پڑھیں جب شیخ مدنیؒ کی درسگاہ میں حاضری دی تو ان کی درسگاہ میں سب سے بڑی خصوصیت یہ پائی کہ خود کو پہچان لیا، خود شناسی کا احساس ہوا اور علم اور علما کی شان سامنے آئی۔ جب مجھے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا موقع ملا تو اس زمانہ میں بھی شیخ مدنیؒ کا درس حدیث ہوا کرتا تھا میں نے اپنے زمانۂ تدریس میں شیخ مدنیؒ کے درس میں بھی شرکت کی۔ تدریس کے اوقات کے علاوہ ۱۲ بجے کے بعد، بعد العصر، بعد العشاء کے درس میں شریک ہوا تھا۔ شیخ مدنیؒ کا درس علمی اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ آسان اور سہل ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ ۱۵ روز تک مسلسل حضرت مدنیؒ سفر پر رہے جب واپسی ہوئی تو سب کو یقین تھا کہ حضرت تھکے ہوئے ہیں اور مطالعہ بھی نہیں کیا، سبق نہیں ہوگا مگر آپ گاڑی سے اترے اور سیدھے دارالحدیث پہنچے اور سبق پڑھانا شروع ہوا تو اقضاتِ وضو کا بیان تھا ارشاد فرما رہے تھے کہ مسئلہ زیرِ بحث میں آٹھ مذاہب ہیں پھر ان مذاہب، ان کے دلائل پر تفصیل سے بحث کی۔ طلبہ متحیر تھے کہ تھکے ماندے ہونے کے باوجود اس قدر علمی تبحر، وسعت مطالعہ اور قوتِ حافظہ یہ تو بس ان ہی کی کرامت تھی۔

ایک مرتبہ درس کے دوران ایک طالب علم نے کسی مسئلہ میں شمس بازغہ

---

۱ حوالہ۔ افادات و ملفوظات۔ مولانا مفتی سیف اللہ حقانی۔ الحق دسمبر ۱۹۸۹ء ص۴ ۲ صحبتے با اہل حق۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۱۵۳

۳ حقائق السنن۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۴۲۔ ۴ اکابر علمائے دیوبند۔ حافظ محمد اکبر بادشاہ ص۲۲۲۔

کی بحث چھیڑنا چاہی تو شیخ مدنیؒ نے متعلقہ مسئلہ میں عبارات پڑھ پڑھ کر بحث کا مکمل احاطہ کیا اور فرمایا! بھائی میں نے جب شمس بازغہ پڑھی تھی اس زمانہ میں کل نمبر پچاس ہوتے تھے اور مجھے امتحان ۶۳ نمبر حاصل ہوئے تھے۔

بہرحال اپنے اساتذہ میں شیخ مدنیؒ اور اکابر ہند میں شیخ مدنیؒ سے جو قلبی عقیدت اور وارفتگی اور غیر اختیاری تعلق رہا وہ کسی دوسرے سے پیدا نہ کرسکا۔[1]

دورانِ تعلیم آپ کی فلاحی سرگرمیاں

حضرت شیخؒ نے دیوبند میں قیام کے دوران حصولِ علم کے ساتھ ساتھ ایک سرگرم طالب علم کی حیثیت سے فلاحی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ طالب علم ساتھیوں کے ساتھ فارغ اوقات میں ہمیشہ فلاحی نوعیت کے کاموں میں مصروف رہتے۔ نو داخل طلباء کے قیام و طعام کا بندوبست کرنے میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قریبی شودر (ہندو) دیہاتوں میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اکثر و بیشتر جاتے۔ تاکہ سادہ لوح شودر عیسائیوں کے نرغے میں نہ آئیں اور اسلام قبول کریں[2]

آپ کی طبیعت میں زمانہ طالب علمی سے اہتمام و انتظام کی خوبی پائی جاتی تھی اور ایک مخلص رہنما کی تمام خوبیاں آپ کی ذات بابرکات میں موجود تھیں یہی وجہ تھی کہ دیوبند میں زمانہ طالب علمی کے دوران آپ نے پشتون طلباء کی انجمن بنائی جس کا بڑا مقصد اصلاح کلام تھا تاکہ پشتون طلباء میں فن خطابت کے ساتھ ساتھ قائدانہ صلاحیت کا شعور پیدا ہو[3]

دیوبند سے واپسی

۱۳۵۲ھ میں سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد مہتمم دارالعلوم دیوبند جناب قاری محمد طیب صاحبؒ نے مولانا نبی حسن صاحبؒ کی وفات کی وجہ سے خالی شدہ اسامی پر آپ کو تدریس کے فرائض دینے چاہے۔ مگر آپ کے علاقے کے دوسرے پشتون عالم کی مخالفت کی وجہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا ارادہ ملتوی ہوا۔ اس دوران آپ کے والد ماجد نے اکوڑہ سے خط کے ذریعے آپ کو اکوڑہ واپس آنے کے لیے کہا۔ چنانچہ ۱۹۳۳ء میں آپ اکوڑہ واپس تشریف لائے۔[4]

عقد نکاح

حضرت شیخؒ کا عقد نکاح جہانگیرہ کے مشہور علمی خاندان کے عبدالغفار خان جو مولانا عبدالحنان صاحب فاضل دیوبند کے والد ہیں کی دختر نیک اختر سے ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ آپ کی زوجۂ اطہر نے تقریباً چالیس سال تک اپنے دست مبارک سے ابتداء میں تمام طلباء اور اساتذہ کے لیے اور بعد میں صرف اساتذہ کرام کے لیے طعام تیار کیا۔ جب کہ حضرت کی ضعیف اور سن رسیدہ والدہ ماجدہ آٹا گوندھتی تھیں اور آپ کی اہلیہ بیماری کے باوجود گھر میں شدید سردی یا گرمی اور برستی بارشوں میں تندور پر روٹی پکاتی رہیں۔

اکوڑہ میں درس و تدریس

آپ نے دیوبند سے واپسی پر ۱۹۳۳ء میں اپنی مسجد (واقع محلہ گگے زئی) میں درس نظامی میں شامل بعض کتب کی تدریس شروع کی — ۱۹۳۷ء میں انجمن تعلیم القرآن کی بنیاد ڈالی اور مدرسہ تعلیم القرآن قائم کیا۔ (جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گذر چکی ہے)۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ۹ مئی ۱۹۳۸ء کو حضرت شیخؒ کے قائم کردہ اسلامی مدرسے کا معائنہ کرتے ہوئے اس کی کامیابی اور انفرادیت کے لیے دعائیں کیں۔ اسلامی سکول کے اہتمام کے ساتھ ساتھ آپ کے گھر سے متصل مسجد میں آپ درس نظامی کے مختلف علوم و فنون کی چھوٹی بڑی اور اہم کتابوں کی تدریس میں دن رات مصروف رہتے۔

دیوبند سے دعوتِ تدریس

اکوڑہ خٹک میں آپ کا سلسلۂ درس و تدریس جاری تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ مولانا مبارک علی صاحب نائب مہتمم اور مولانا عبدالسمیع صاحب نے آپ کو تدریسی خدمات انجام دینے کی پیشکش کی اور اس پر اصرار فرمایا[5]

آپ نے دعوت قبول کرتے ہوئے شوال ۱۳۶۲ھ (اکتوبر ۱۹۴۳ء) میں دیوبند میں تدریس کا آغاز کیا۔ طلباء میں شہرت اور مقبولیت کے پیش نظر آپ کو یکم محرم الحرام ۱۳۶۳ھ ہی سے مستقل کر دیا گیا، جیسا کہ قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۶۲-۹-۱۷ کے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں[6]

"الحمد للہ کہ آپ کے بے ریا خلوص، جذبۂ خدمت اور سمع و طاعت کا اعتراف میرے صحیفۂ قلب پر ثبت ہے۔ آپ کی ذات میرے لیے ایک نمونہ ہے اگر ہم سب دارالعلوم کے دائرۂ کار میں ایسا ہی نمونہ پیش کریں تو ہماری ترقی کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا۔"[7]

دارالعلوم دیوبند میں حسن کارکردگی

دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس آپ جس حسن کارکردگی کا مظاہرہ

۱۔ صحبتے با اہل حق۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۱۵۶/۱۵۷

۲۔ حضرت شیخ کا ریڈیائی انٹرویو۔ ۱۹۸۲ء

۳-۴۔ مولانا عبدالحنان جہانگیروی۔ حضرت شیخؒ کے بارے میں انٹرویو ۱۹۹۲ء۔

۵۔ حقائق السنن ص۱۲

۶۔ متعلقہ خطوط ماہنامہ الحق جون جولائی ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

کیا۔ اس کا اعتراف قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند ایک اور مکتوب میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

گزشتہ چند ماہ کے عرصے میں جناب نے جس محنت اور تعلیمی سلسلہ میں حسن کارکردگی کا ثبوت دیا ہے خدام دارالعلوم اس کی قدر کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے جناب سے اچھی توقع رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں بے انصافی ہوگی کہ ایسے حضرات کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔ چنانچہ جناب کی قابلیت اور شہرت و مقبولیت کے پیش نظر یکم محرم الحرام سے جناب کو مستقل کیا جاتا ہے[1]۔

آپ کی اعلیٰ صلاحیت اور قوی علمی استعداد کے پیش نظر بہت جلد دارالعلوم دیوبند میں درسِ نظامی کے اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھانے کا موقع دیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا شمار طبقہ علیا کے اساتذہ میں ہونے لگا آپ کا حلقہ افادہ و تدریس وسیع ہوتا چلا گیا۔ صرف دارالعلوم دیوبند میں آپ سے تعلیم حاصل کرنے والے تلامذہ کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے جو اس وقت برصغیر اور افغانستان کے علاوہ ملائیشیا، برما، رنگون، ایران، مشرق بعید کے اکثر ممالک روسی، چینی مقبوضہ علاقوں تک اسلامی خدمات انجام دے رہے ہیں[2]۔

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت

حضرت حاجی ترنگزئیؒ کی وفات کے بعد آپ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوتے اور سلوک و تصوف اور ارشاد کے مراحل طے کیے[3] حضرت شیخ الاسلام چار سلسلوں میں اپنے قریبی عقیدتمند اور ممتاز تلامذہ کو بیعت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت شیخؒ مشہور عارف ربانی ملاذ الفقراء محب العلماء والمساکین مولانا عبدالمالک صدیقی نقشبندی مجددی (ولادت ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ وفات ۱۱ شعبان ۱۳۹۴ھ) سے بھی سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت کو از خود خلعت خلافت سے نوازا۔ حضرت شیخؒ کے پیر طریقت اپنے وقت کے شیخ طریقت خواجہ فضل علی قریشی مسکین پوری متوفی ۱۳۵۴ھ کے اجل خلفا میں سے تھے جن کا روحانی سلسلہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ تجلیات صدیقی کے نام سے آپ کی سوانح حیات موجود ہے[4]۔

جاذب نظر اعلیٰ صورت و سیرت کا خوبصورت امتزاج

حضرت شیخؒ کو جس نے بھی دیکھا۔ آپ کی جاذب نظر شخصیت اور مثالی سیرت و کردار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ملاحظہ فرمایئے دارالعلوم کراچی کورنگی اگست ۱۹۶۵ء میں آپ سے پہلی ملاقات کے ۲ سال بعد مولانا کوثر نیازی کے دلکش تاثرات میں شیخ الحدیث سے ملا تو ان کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا ان کا اس وقت کا سراپا اور بعض عادات اب تک میری نگاہوں میں ہے۔ سرخ و سفید چہرے پر خوبصورت سفید براق داڑھی، ڈیل ڈول متناسب نہ دبلے نہ موٹے۔ چترالی چغہ زیب تن، سر پہ دستار، پاؤں میں دیسی جوتا، جسے عرف عام میں "گھوسا" کہتے ہیں، چہرے پر ایسا بھولپن اور معصومیت کہ دیکھنے سے جی نہ بھرے، اتنے بڑے عالم مگر مظاہرہ علمیت کے طور طریقوں سے کوسوں دور، خلیق اور متواضع اتنے کہ میں دن رات میں جتنی مرتبہ کمرے میں آتا جاتا اور وہ اس سے پہلے وہاں تشریف فرما ہوتے تو اٹھ کر استقبال کرتے، میں ہر طرح ناچیز اور ہیچمدان مگر اتنی شفقت فرماتے جیسے میں خادم نہیں مخدوم ہوں ادب شناس رسولؐ اتنے کہ جب جب سرکارؐ کا نام نامی لیتے ہر بار درود شریف ضرور پڑھتے، کھانا برائے نام کھاتے البتہ چلتے بقدر ظرف پیتے۔ صبح و شام ایک ایک چینک نوش جان فرماتے اور اس وقت بڑے اہم علمی اور صوفیانہ نکات کی تراوش ہوتی۔ عشاء کی نماز پڑھتے ہی سو جاتے اور رات کا پچھلا پہر عبادت میں گزارتے، میں نے ایسے لمحات میں مصلے پر ان کی گریہ وزاری بھی سنی ہے[5]۔

مذہبی خدمات

حضرت شیخؒ کی مذہبی خدمات از روئے خوف طوالت مقالہ تفصیل کی بجائے نکات وار اجمالی خاکے کی صورت میں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ مذہبی خدمات میں اکوڑہ خٹک میں اسلامی مدرسہ تعلیم القرآن اور دارالعلوم حقانیہ کا قیام سرفہرست ہے۔

۲۔ اصلاح رسومات اور رد بدعات کے سلسلے میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ اکوڑہ خٹک میں اور مضافات شادی بیاہ کے موقعوں پر غیر شرعی رسومات بے جا مصارف کے خلاف آپ نے زوردار تحریک چلائی۔ جو بہت مؤثر ثابت ہوئی اس تحریک کے طفیل بعض دنوں میں سو سے زائد شادیاں صرف نکاح پڑھا کر بغیر کسی رسم و رواج اور خرچ کے انجام پائیں آپ نے اس تحریک کا اعلان عید کے موقع پر عیدگاہ میں کیا تھا۔

۳۔ فتنہ خاکسار کے سلسلے میں اکوڑہ خٹک میں اولین مناظرے میں آپ کا حکم ملنے گئے آپ کی حکمت عملی اور فہم و تدبر کی وجہ سے خاکساروں کو شکست ہوئی۔

۴۔ تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں آپ کی بے لوث قیادت کے کارنامے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ۱۹۵۳ء میں قادیانی تحریک کے خلاف دیگر علمائے کرام کے ساتھ مثالی کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء میں ختم نبوت تحریک کی ایکشن کمیٹی

---

[1] ماہنامہ الحق نومبر ۱۹۷۲ء [2] حقائق السنن۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۵۔ [3] حقائق السنن۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۸

[4] کاروان آخرت۔ مرتب مولانا محمد ابراہیم فانی ص۱۰۱ [5] جنہیں میں نے دیکھا۔ مولانا کوثر نیازی ص۱۵۹

کے نائب صدر مقرر ہوئے اور بالآخر، ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومتِ وقت کو مجبور کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور آئین میں ترمیم کروائی۔

۵۔ ۲۹ جون ۱۹۸۶ء میں متحدہ شریعت محاذ کے آپ کنوینر مقرر ہوئے ۸۶-۱۰-۲۶ کو آپ محاذ کے صدر منتخب ہوئے۔

۶۔ شریعت بل کے سلسلے میں، جولائی ۱۹۸۶ء کو پارلیمنٹ کے باہر مظاہرہ کیا اور ۱۰ جولائی ۱۹۸۶ء کو صدر ضیاء الحق آپ کے کمرے میں بغیر کسی پیشگی اطلاع کے خود حاضر ہوئے۔ ۴۵ منٹ کی اس ملاقات کے بارے میں حضرت شیخ رح کے تاثرات یہ تھے "میں نے صدر ضیاء الحق کو بتلایا کہ آپ کی حکومت نے ۹ سال ضائع کئے جو اللہ تعالیٰ نے دیئے تھے۔ اب بھی بہتر ہوگا اگر شریعت بل نافذ کریں ورنہ پوری قوم پریشان ہوگی اور آپ خود بھی پریشانی کا شکار ہو کر رہیں گے۔ صدر ضیاء الحق کے تاثرات یہ تھے کہ شریعت بل میں آئینی خامیاں ہیں۔ حکومت سے مذاکرات کریں کہ ان خامیوں کو دور کیا جائے میں نے کہا شریعت بل میں کوئی خامی نہیں اس کی ہر دفعہ صحیح اور اسلامی ہے مگر اس کے نفاذ کے لیے خلوص کی ضرورت ہے۔

۷۔ ۸۶-۱۰-۲۶ کو متحدہ شریعت محاذ کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ ۸۶-۱۱-۱۸ کو دوبارہ پارلیمنٹ کے سامنے مظاہرہ کیا جائے۔ اس موقع پر بھی صدارت حضرت شیخ الحدیث صاحب رح نے فرمائی۔

سیاسی خدمات

آپ کی سیاسی خدمات بھی آپ کے دینی جذبات کی آئینہ دار تھیں۔ آپ کے پیشِ نظر سرزمین پاک میں اسلامی شریعت کا نفاذ تھا کیونکہ یہ ملک بنا ہی اس نظریے کے تحت تھا کہ یہاں شریعت نافذ ہوگی۔ اس غرض سے آپ کے دوستوں نے بھی کئی بار آپ کو مجبور کیا کہ اپنے حلقۂ انتخاب سے انتخابات میں حصہ لیں اور قومی اسمبلی میں جا کر شریعت کے نفاذ کے لیے آواز اٹھائیں۔ خود بھی راقم الحروف کے سوال کے جواب میں تیسری دفعہ قومی اسمبلی کے الیکشن کے موقع پر فرمایا کہ اب تک خدا کے سامنے پیش ہونے کا وقت قریب ہے۔ میں کیا جواب دوں گا اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے کہ ملک میں نفاذ شریعت کے مطالبے ہو رہے تھے اور آپ مسجد کے کسی کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کیا کیا ہے آپ نے مملکت خداداد پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے۔" (قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ)

آپ کی ان خدمات کی عکاسی کے لیے کافی ہے جو آپ نے سیاسی سٹیج پر پیش کی اور ثابت کر دیا کہ ع

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تین بار قومی اسمبلی کے انتخابات میں آپکی مسلسل کامیابی

ملاحظہ فرمایئے تین بار قومی اسمبلی کے انتخابات میں حضرت شیخ رح کے ووٹوں کی تعداد دیگر امیدواروں کے مقابلے میں جس سے آپ کی ذات بابرکات کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

	حضرت شیخ الحدیث رح	جناب اجمل خٹک	جناب نصر اللہ خان	جناب سلامت اللہ
۱۹۷۰	۳۲،۲۲۴ ووٹ	۲۹،۹۹۰	۲۴،۰۰۰	۳۵۰۰

	حضرت شیخ الحدیث صاحب رح	جناب نصر اللہ خان
۱۹۷۷	۵۶،۰۰۰ ووٹ	۲۲،۰۰۰

	حضرت شیخ الحدیث صاحب رح	جناب اسلم خٹک	جناب گوہر جی
۱۹۸۵	۵۸،۰۰۰ ووٹ	۱۰،۰۰۰	۸۰۰۰

جہاد افغانستان

چنانچہ حضرت شیخ رح اور جہاد افغانستان پر الگ کتاب لکھنے کی ضرورت ہے ممکن ہے اس خصوصی نمبر میں دیگر مقالہ نگار حضرات نے اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالی ہو۔ فقط شیخ رح کے اس سوانحی خاکے کی تکمیل کی خاطر چند جملے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ افغانستان میں روسی سامراج سے جب افغان مہاجرین برسرپیکار ہوئے تو اس وقت سے آپ نے بار بار اس ارادے اور تمنا کا اظہار فرمایا کہ کاش کہ میں ناتواں ضعیف بھی اس جہاد میں شریک ہو سکتا" آپ اکثر فرمایا کرتے کہ "مجاہدین افغانستان پاکستان کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں" آپ ہر نماز کے بعد ان کی کامیابی کی دعائیں مانگتے۔

۲۰ جنوری ۱۹۸۳ کو افغان مہاجرین کی مرکزی قیادت کا ایک بڑا وفد حاضر ہوا تو قائد وفد نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں عرض کی ہمارا یقین ہے کہ آپ کا وجود اقدس، خداوند تعالیٰ کے نزدیک برکت کی اساس ہے۔ افغانستان کے تمام علماء اور علوم دینیہ کے طلباء (جن کی تعداد لاکھوں کے قریب ہے) آپ سب کی عقیدت کا مرکز ہیں[1]

جہاد افغانستان کے ممتاز قائدین میں مولوی محمد یونس خالص اور جہاد افغانستان میں آپ کے جن افغانی تلامذہ نے شہادت پائی آپ کے شاگرد ہیں۔

وفات

حضرت شیخ رح طویل علالت کے بعد ۹-۸۸، کو خیبر ٹیچنگ ہسپتال پشاور میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ وفات کے دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے کے قریب دارالحفظ والتجوید کے سامنے دارالعلوم کے احاطے میں عیدگاہ اکوڑہ خٹک کی جنوبی جانب دفن ہوئے۔ نماز جنازہ

---

[1] حقائق السنن ص۱۱

میں ہزاروں افراد نے شرکت کی تھی۔ نماز جنازہ اکوڑہ فوجی کیمپ کے وسیع میدان میں آپ کے فرزند ارجمند مولانا حافظ انوار الحق نے پڑھائی۔ جنازے میں بے شمار ابابیل آپ کے جسم مبارک کے اوپر طواف کرتے ہوئے دکھائی دیتے۔ راقم الحروف کے استفسار پر ایک عالم دین ڈاکٹر محمد اسرار الحق صدیقی نے بتایا کہ حضرت مدنی رح کے جنازے میں بھی بہت سے ابابیل دکھائی دیتے تھے بعد میں مطالعے سے پتہ چلا کہ ہر بڑے ولی اللہ کے جنازے میں لوگوں نے ابابیل دیکھے ہیں۔ سید بہادر شاہ ظفر نے تذکرہ شیخ رحمکار (تالیف ۱۹۸۶) میں صفحہ ۱۸۲ پر لکھا ہے۔

" حضرت شیخ رحمکار قدس سرہ العزیز کے جنازے پر بے شمار سرخ سفید پرندے سایہ کئے ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز کے جنازے پر بھی پرندوں نے سایہ کیا تھا۔

آپ کے مزار پر دار الحفظ والتجوید کے سینکڑوں کم سن بچے حفظ قرآن کے سلسلے میں تلاوت میں دن رات نظر آتے ہیں۔ اس ادارے کا قیام بھی آپ کی تمناؤں میں شامل تھا جو آپ کی زندگی میں ہی پوری ہوئی۔

اولاد

حضرت شیخ رح کو خداوند تعالیٰ نے چار فرزندان ارجمند اور سات دختران نیک اختر سے نوازا۔

۱۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب جو ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔
۲۔ جناب پروفیسر محمود الحق صاحب جو ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے۔
۳۔ جناب مولانا حافظ انوار الحق صاحب جو ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے۔
۴۔ جناب الحاج اظہار الحق صاحب جو ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے۔

تصانیف

حضرت شیخ کی تصانیف ہیں

۱۔ حقائق السنن مع جامع السنن للامام الترمذی' افادات حضرت شیخ رح جامع ترمذی کی مدلل شرح، اس سے متعلق آپ کے تقاریر و درس کا مجموعہ ترتیب و مراجعت مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات ۵۲۶ موتمر المصنفین' دار العلوم حقانیہ اکوڑہ ۱۴۰۴ھ میں شائع کی۔

۲۔ صحبتے با اہل حق۔ حضرت شیخ رح کے افادات اور ارشادات۔ تالیف۔ مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات ۲۰۸۔ سائز $\frac{18\times 22}{18}$ موتمر کی طرف سے ۱۹۹۱ء میں شائع کی۔

۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ۔ قومی اسمبلی میں حضرت شیخ رح کی دینی و ملی مسائل پر قراردادیں' مباحث، تقاریر، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مستند داستان۔ صفحات ۴۴ موتمر سے شائع ہوئی۔

۴۔ عبادات و عبدیت۔ حضرت شیخ رح کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اس کے آداب، عبادات کی حکمتیں، برکات، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبوبیت ۲۵۶ موتمر سے شائع ہوئی۔

۵۔ مسئلہ خلافت و شہادت، مسئلہ خلافت و شہادت حسین رض، تعدیل صحابہ وغیرہ پر حضرت شیخ رح کی مبسوط تقریر۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ کی تعلیقات کے ساتھ صفحات ۱۰۴ موتمر سے شائع ہوئی۔

۶۔ دعوات حق۔ (دو جلدوں میں) حضرت شیخ رح کے خطبات و ارشادات کا مجموعہ، دین و شریعت، اخلاق و معاشرت، علم و عمل، عروج و زوال، نبوت و رسالت، شریعت و طریقت کے ہر پہلو پر حاوی کتاب، ضبط و ترتیب مولانا سمیع الحق مدظلہ صفحات جلد اول ۶۷۲، جلد دوم ۵۲۰۔

کرامات حقانی

حضرت شیخ رح کی سینکڑوں کرامات کو ایک الگ کتابی صورت میں جمع کرنے کا ارادہ راقم الحروف نے کیا۔ خدا توفیق بخشے تو جلد ہی اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا جاتے اس موقع پر حضرت شیخ رح کے ان بیشمار کرامات میں سے صرف دو کا ذکر متعالے کی برکت اور افادیت کے لیے ضروری سمجھتا ہوں ویسے حضرت شیخ رح سے راقم الحروف کی عقیدت بھی ان کرامات کے بیان و اظہار پر مجبور کر رہی ہے کیونکہ احقر ذاتی طور پر ان کرامات کا گواہ ہے۔

دور حیات کی کرامت

جب راقم الحروف نے گورنمنٹ کالج پبی کی نئی عمارت میں ہال کی تعمیر اپریل ۱۹۸۶ء میں مکمل کرائی تو افتتاح ہال کے لیے حضرت شیخ رح کو زحمت دی آپ کی آمد پر اچانک دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ کالج کے ایک کونے میں مسجد تعمیر کی جائے۔ حضرت شیخ کو سنگ بنیاد رکھنے کی زحمت دی۔ ہال میں جلسے کا آغاز ہوا۔ تقریر میں احقر نے مسجد کے لیے چندے کی اپیل کی۔ پبی کے رئیس اعظم زر علی خان صاحب نے موقع پر ہی اپنے خرچ سے مسجد کی تعمیر کا اعلان کیا۔ میری تبدیلی کے وقت مسجد کی تعمیر پر ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ رقم صرف ہوئی تھی۔

بعد از وفات کرامت

نومبر ۱۹۹۰ء میں راقم الحروف نے خواب میں حضرت شیخ رح کو روضۂ اقدس کے اندر رات کے وقت درود شریف پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا حضرت! روضۂ اقدس تو رات کو بند ہوتا ہے اور پھر آپ روضۂ اقدس کے اندر۔ فرمایا! بیٹا میرے لیے یہ اس روضۂ اطہر کا دروازہ بند نہیں ہوتا اسی سال دسمبر کے مہینے میں احقر نے حج کیلئے داخلہ کیا۔ خداوند کریم نے ۱۹۹۱ء میں حج کی سعادت بخشی حضرت شیخ رح کی وفات کے بعد احقر کا جو عالم ہے اسکی عکاسی مندرجہ ذیل مشہور شعر کرتا ہے ؎

ہمہ شہر پُر ز خوبان منم و خیال ماہے   چہ کنم کہ چشم بدخو نہ کند بہ کس نگاہے